ادار یہ

’کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی‘

قرآن مجید نے مسلمانوں کو اس امر سے آگاہ کیا ہے کہ ان کی باہمی لڑائی اور گروہ بندی ایک خدائی عذاب ہے۔ قرآن نے فرمایا ہے: ”اے پیغمبر کہہ دو کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر اوپر (فضائے آسمانی) سے کوئی عذاب بھیج دے۔ یا تمہارے پاؤں (یعنی زمین ہی سے) کوئی عذاب پیدا کر دے اور تم گروہ گروہ ہو کر آپس میں لڑ پڑو۔“ (سورۃ الانعام)

صد افسوس! عہدِ جدید میں مسلم دُنیا کے متعدد مقامات پر اینگلو امریکن فوجوں، ان کی حلیف حکومتوں اور بعض انتہا پسند مذہبی گروہوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون جس بے دردی سے بہایا جا رہا ہے، اس پر عہدِ جدید کی تاریخ ایک مدت تک ماتم کرتی رہے گی۔

آج مشرقِ وسطیٰ کی سرزمین پر ایک خوفناک تاریک رات طاری ہے، جس میں اتحادی خاص طور پر اینگلو امریکن فوج بغداد میں اُنہی مسلمانوں کو قتل کر رہی ہے، جن کی ”حفاظت“ کے لیے وہ وہاں گئی ہے۔ دوسری طرف جارحانہ فوجوں کے خلاف لڑنے والے مزاحمت کار نہ صرف غیر ملکی فوجوں کو پاداشِ عمل میں قتل کر رہے ہیں، بلکہ بعض اوقات وہ اپنے ہی ملکی اور مذہبی بھائیوں کا بھی خون بہا رہے ہیں۔ اس عمومی فساد میں مقدس مقامات کا بھی احترام نہیں کیا جاتا۔ مساجد میں عام مرد، خواتین اور بچے تک اس جارحیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہی خونی ڈرامہ اسرائیل، فلسطین میں دہرا رہا ہے اور نہتے شہری خاک و خون میں تڑپتے نظر آ رہے ہیں، لیکن الفتح اور حماس، سیاسی جماعتیں ایک دوسرے سے الجھی ہوئی ہیں، حماس کے کارکن مذہبی طور پر خواہ کتنے ہی مخلص ہوں، لیکن ان کی قیادت سیاسی بصیرت سے محروم ہے، وہ

پوری منصوبہ بندی اور موجودہ عرب دُنیا کی ناکام فکری اور سیاسی زندگی کا مطالعہ کیے بغیر اسرائیل کو برابر دعوتِ مبارزت دے رہی ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ کوئی عرب ملک سنجیدگی سے اہلِ فلسطین کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ ضروری ہے کہ اہلِ فلسطین بڑی گہری نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور میدانِ جنگ میں اُن کی پیغمبرانہ بصیرت کا مطالعہ کریں کہ کس طرح آپ نے مدینہ میں یہودیوں اور پھر سنہ ۶ ھ میں اہلِ مکہ سے صلح حدیبیہ کیا اور انتہائی نازک وقت میں امت کے اجتماعی مسائل کو حل کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ قومی بحران پر قابو پانے کے لیے اگر ہمارے بھائی آتشیں تقریروں کی بجائے انتہائی ضبط ونظم اور بصیرت سے مسائل حل کریں تو اس سے مشکلات میں کمی آ سکتی ہے

برطانوی وزیراعظم اور صدر بُش اسرائیل کے جارحانہ طرزِ عمل پر خاموش ہیں، حالانکہ وہ دونوں بہت پہلے اسرائیل اور فلسطینی ریاست کے لیے ''روڈ میپ'' کا اعلان بھی کر چکے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ مغرب اور امریکہ کی اس جارحیت پر مغرب اور امریکہ کے لاکھوں عوام نے انسان دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اینگلو امریکن حکومتوں کی سخت مذمت کی ہے حتیٰ کہ آج امریکہ میں خود صدر بش کو بھی عوام میں 'اپنی مقبولیت' کا پتہ بھی چل گیا ہے۔ لیکن صدر موصوف اخلاقی طور پر اتنے جرأت مند نہیں ہیں کہ وہ اپنی جارحیت پر ندامت کا اظہار کریں۔ البتہ بغداد میں ابوغریب اور کیوبا خلیج کی گوانتا ناموبے جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے، اس پر نہ صرف مغرب کے اہلِ دانش حیرت زدہ ہیں بلکہ اس پر صدر بش بھی اپنے دل میں چبھن محسوس کر رہے ہیں۔ ایسے ہی صدر بش کے ساتھی مسٹر ٹونی بلیر بھی آج برطانوی عوام میں مقبول نہیں رہے۔ برطانوی قوم میدان سیاست میں ایک مدبر کی حیثیت سے اپنا حریف نہیں رکھتی، لیکن آج وہ امریکہ کی قیادت میں عرب اور مسلم دُنیا میں مسلمانوں کا خون بہا رہی ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اُنہیں اپنی مدت پوری کرنے سے پہلے ہی جانا پڑے۔ غرضیکہ مشرق ومغرب کے دانشمندوں نے عراق اور افغانستان میں صدر بش اور برطانوی وزیراعظم ٹونی

بلیر کی سیاسی حماقت کو اخلاقی موت قرار دیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب ۱۹۸۰ء میں افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوئیں تو امریکہ کی فوجی مداخلت سے، جسے افغانستان اور پاکستان کا بھرپور فوجی تعاون حاصل تھا، نہ صرف روسی فوجوں کو افغانستان سے جانا پڑا بلکہ ماسکو سے بھی سویت یونین کا جنازہ اُٹھا۔ یہ حادثہ بیسویں صدی کی تاریخ کا سب سے بڑا عبرت ناک واقعہ تھا۔ پوری مغربی دُنیا اور امریکہ میں فتح و نصرت کا جشن منایا گیا تھا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ آج صدر بش اور برطانوی وزیراعظم نے Pre-emption کے فلسفۂ حرب کی آڑ میں اپنی سیاسی انا کی تسکین کے لیے عراق کو میدانِ جنگ بنایا ہے تا کہ مشرقِ وسطی میں اسرائیل کے علاوہ کوئی سر اُٹھا کر نہ چلے۔ یہ ایسا دردناک ڈرامہ ہے جس کی شاید ہی کوئی آسمانی مذہب یا فلسفۂ اخلاق اجازت دیتا ہو۔ بغداد میں برطانوی امریکی سازش نے نہ صرف صدام حسین کو اقتدار سے الگ کیا بلکہ اسی اینگلو امریکن سیاست نے شیعہ سنی کے باہمی اختلاف کو سیاسی اختلاف کا رنگ دے کر عبادت گاہوں میں بھی بھائیوں کو بھائیوں سے لڑایا۔ افسوس! خدا کا گھر بھی فسادِ خلق سے محفوظ نہ رہا۔ کل تک طالبان امریکہ کے حلیف تھے، آج انہی ساتھیوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ اور اس حقیقت کو فراموش کر دیا گیا ہے کہ جب طالبان افغانستان میں برسرِ اقتدار تھے، اس وقت مکمل امن تھا، پوست کی کاشت یک قلم بند تھی۔ لوٹ کھسوٹ اور خون ریزی پر قابو پا لیا گیا تھا۔ آج انہی لوگوں کو رجعت پسند اور دہشت پسند کہا جا رہا ہے اور اُن کے ملک پر فضائے آسمانی سے آگ برسائی جا رہی ہے۔ طالبان کی سوچ اور طرزِ عمل سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن اُن کا یہ 'گناہ' کہ اُنہوں نے اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کیوں نہیں کیا، اُن کے لیے 'بلا' بن گیا ہے۔ افسوس! اینگلو امریکن سیاست افغان اور عرب روایات سے یک قلم بے خبر ہے۔ دونوں اپنے مہمان کو اس کے دشمن کے سپرد کرنا اپنی روایات کے خلاف جانتے ہیں، وہ جان تو دے سکتے ہیں لیکن اپنے مہمان کو دشمن کے حوالے کبھی نہیں کرتے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ خود مشرقِ وسطی کی انتہائی دولت مند 'شاہی' اور 'جمہوری' حکومتوں نے اس ننگی جارحیت کے خلاف کیا قدم

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone. 5866476-5866396

اُٹھائے ہیں؟ اور تاریخ کے اس نازک موڑ پر اہلِ فلسطین کو تقدیر کے حوالے کیوں کر دیا گیا ہے؟

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مغربی دُنیا ماسکو میں سویت یونین کے سقوط کا جشن منا رہی تھی۔ اسی وقت پوری دُنیا اور خاص طور پر مسلم ممالک کے اہلِ فکر یہ سوچ رہے تھے کہ سویت یونین کا یہ سقوط جس پر آج سامراجی حکومتیں فرطِ مسرت سے رقص و سرود میں غرق ہیں، پوری دُنیا کے لیے نقصان دہ تو نہیں؟ ان کی رائے میں دُنیا میں سیاسی طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے عالمی سٹیج پر صرف ایک ہی طاقت (امریکہ) کا قبضہ انسانی سوسائٹی اور اس کے مستقبل کے لیے خطرناک ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا کہ آج عالمی سٹیج سے سویت یونین کے غائب ہونے کے بعد پوری دُنیا میں امریکہ کو اپنی من مانی کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج عراق میں اینگلو امریکن سیاست بڑی بے رحمی سے انسانوں کا خون بہا رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امریکہ کے حلیف اسرائیل کو بھی کھلی چھٹی مل گئی ہے کہ وہ بلا خوف و خطر فلسطینی عربوں کا خون بہائے۔ اہلِ نظر کا کہنا ہے کہ طاقت کا توازن برقرار رکھنے کے لیے عالمی اسٹیج پر ایک نئی طاقت کا ظہور مقدر بن چکا ہے۔

ادھر چند سال پہلے برطانیہ کے ایک معروف رسالے The E conomist نے لکھا تھا کہ عالمی سیاست کا مرکزِ ثقل اطلانٹک سے منتقل ہو کر مشرقِ بعید جا رہا ہے۔ خود امریکہ کو بھی اس بات کا شدت سے احساس ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:
''اگر زمین میں ایک انسانی گروہ کو دوسرے انسانی گروہ سے بدلنے کا خدائی نظام نہ ہوتا تو زمین میں فساد بپا ہو جاتا اور عبادت گاہیں (خانقاہیں، گرجے، یہودی عبادت گاہیں اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر ہوتا ہے) ویران ہو جاتیں۔'' (الحج:۴۰)

آج عراق اور افغانستان کے ساتھ ساتھ اینگلو امریکن سیاست ایران کو بھی اپنا نشانہ بنانا چاہتی ہے جس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں۔ اگر یہ المیہ (ایران پر حملہ) ظہور میں آ گیا، تو پھر اینگلو امریکن سامراجی سیاست کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی جس کا ادراک برطانوی مدبر ہی کر سکتے ہیں۔ البتہ اس بات پر تشویش ضرور ہے کہ مسلم دُنیا کب تک تماشائی بن کر یہ تماشہ

دیکھتی رہے گی؟ ہماری اخلاص سے یہ رائے ہے کہ جب تک پاکستان اور مسلم دُنیا اخلاقی بنیادوں پر ایک صحت مند سیاسی اور اقتصادی نظام قائم نہیں کرتی، جاگیرداری اور سرمایہ دارانہ کلچر کو غرقِ دریا نہیں کرتی، اس وقت تک اصلاح کے سارے نعرے فضا میں گونجتے رہیں گے۔ جیسا کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک یہ نعرے برابر گونج رہے ہیں۔ لیکن غریب عوام کی ایک بڑی تعداد کو سکون و وقار کے ساتھ دو وقت کا کھانا نہ مل سکا۔ حتیٰ کہ ہمارے اپنے ہی بھائی جنھوں نے قیامِ پاکستان کے لیے بنیادی کردار ادا کیا تھا، ہم سے الگ ہو گئے۔ آج ایک طرف عالمی سامراجی طاقتیں ہیں جن کے فسطائی رویوں سے مشرقِ وسطیٰ کے لوگ اپنے ہی وطن میں غریب الوطن بنائے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے اور نوشتۂ دیوار کو پڑھنے سے برابر گریز کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ”جب ہم کسی قوم کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو ہم عیش و عشرت کے پجاریوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو بدلیں لیکن وہ اپنا طرزِ عمل بدلنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اُس وقت ہمارا قانون حرکت میں آ جاتا ہے اور ہم ایسی قوم کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔ (الاسراء:۱۶)

جب ستمبر ۲۰۰۱ء میں واشنگٹن پر خوفناک حملہ ہوا، اس وقت ہم نے المعارف میں لکھا تھا ”شاید اس عالمی دہشت گردی کے بعد امریکہ کو احساس ہو جائے کہ 'شبِ غم بری بلا ہے' اور انسان کو دہشت گردی کے ہاتھوں کس کرب اور دُکھ سے گزرنا پڑتا ہے۔ امید ہے کہ امریکہ آج 'لذتِ آشنائے درد' ہو کر اب کبھی کسی 'مجنوں' پر سنگ نہیں اُٹھائے گا۔ اگر اُٹھایا تو اسے اپنا 'سر' یاد آ جائے گا:

مَیں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا“

افسوس! ہمارا یہ گمان غلط ثابت ہوا، اس حملے کے بعد امریکہ اور برطانیہ نے افغانستان اور عراق پر حملہ کر دیا اور آج اہلِ افغانستان و عراق پر کیا گزر رہی ہے، اس سے آج ہر کوئی واقف ہے۔ Hume نے سچ کہا تھا کہ انانیت (Egoism) خواہ انسانی فطرت کا غالب

عنصر نہ ہو، لیکن سیاست میں انانیت (Egoism) یقیناً ایک غالب عنصر ہے۔[1] موجودہ اینگلو-امریکن سیاست کے پیچھے یہی انانیت کام کر رہی ہے۔

رشید احمد (جالندھری)

(1) David Hume declared that the maxim that egoism is, though not the exclusive, yet the predominant inclination of human nature, might not be true, in fact, but that it was true in Politics. (R. Niebuhr: Moral Man and Immoral Society, New York, P.141).